اسلامی ثقافت میں عائلی نظام کے استحکام کے اسباب و عوامل

مؤلف: صالح حسن زادہ
مترجم: فیضان جعفر علی

خلاصہ

عالم بشریت کے تمام سماج و معاشروں میں خانوادے کو ہمیشہ معاشروں کی تشکیل کا بنیادی ڈھانچہ اور تہذیب وثقافت کا سر چشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ایسے بنیادی ڈھانچے کی تشکیل کے بارے میں گفتگو کرنا اور ساتھ ہی اس کے اصلی مقام ورفعت کی وضاحت کرنا عائلی نظام کی اصلاح کا سبب بنتا ہے اور دوسری طرف اس بنیادی ڈھانچے سے غفلت، انسانیت کو اس کی حقیقی زندگی سے دور کرنے کے ساتھ اس کو ضلالت و گمراہی کے دہانے پر پہنچانے کا سبب بنتی ہے۔ہر انسان اپنی زندگی میں دوسروں کے اثرات کو قبول کرتا ہے اور اس کے اعمال و کردار دوسروں پر اثرانداز بھی ہوتے ہیں۔خانوادے اور گھرانے کے اندر تربیت پانے والی کسی کی شخصیت و خصلت کی نشو و نما میں والدین سے لے کر بچوں تک سبھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ معاشرے کا ماحول، میڈیا، پریس، الغرض سماج و معاشرے میں موجود تمام عناصر کسی فرد کی روحانی و شخصی نشو و نما میں موثر ثابت ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تشکیلات کی مذکورہ صورت، انسانی زندگی کی تمام جہات میں واضح طور پر قابل مشاہدہ ہے تاہم اس عمل کی انجام دہی اور اس کے طریقے، بہت سے معاملات میں نظروں سے اوجھل بھی رہتے ہیں۔

عائلی نظام کو مستحکم و مضبوط بنانے میں اہم ترین اسباب و عوامل کو اس مقالہ میں جگہ دی گئی ہے ۔مثلا گھرانے میں اچھا باہمی میل ملاپ، نظم و ضبط کا وجود، باہمی مشاورت، زندگی میں صبر واستقامت، عفو و بخشش کا جذبہ کارفرما ہونا، صداقت و دیانتداری کی فضا کا ہموار ہونا، بدگمانی اور حسد جیسی آفت سے اجتناب، رازداری و وفاداری کا پایا جانا، بغیر کسی غرور و تکبر کے آرام و سکون اور حلم و بردباری کے ساتھ رہنا، عذاب الٰہی کا خوف، افراط و تفریط سے پرہیز کرنا، تواضع وانکساری، سختی اور اسراف سے دوری بنائے رکھنا اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا وغیرہ یہ سبھی ایک گھرانے اور عائلی نظام کی مضبوطی اور استحکام کے اسباب و عوامل ہیں۔

زیر نظر مقالے میں اسلام کے مآخذ اور اسلامی مفکرین کے آثار کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی ثقافت میں عائلی استحکام کے اسباب و عوامل پر بحث و گفتگو کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ : شادی، نمونۂ عمل، استحکام، خانوادہ، قرآن، اسلامی اخلاق، اسلامی ثقافت

اسلام نے انسان ساز مکتب کے طور پر خانوادے کی عزت و پاکیزگی اور سربلندی پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے اور اس مقدس نظام کو تربیت کا مرکز اور رحم و کرم کا گہوارہ قرار دیا ہے اور انسانی معاشرے کی خوشحالی اور بدحالی کو اسی خانوادگی نظام کی بھلائی اور بدعنوانی پر منحصر جانا ہے اور کسی شخص کی مادی، جذباتی اور روحانی و معنوی ضروریات کو پورا کرنا بشمول امن و سکون خانوادے کی تشکیل کا مقصد سمجھتا ہے۔ خانوادہ ان لوگوں کے ایک گروہ کو کہتے ہیں جو نسب یا سبب اور رضاعت کے ذریعہ بعنوان شوہر، بیوی، بچے، ماں، باپ، بھائی اور بہنیں ہیں اور باہمی تعلق خانوادہ کے نام سے اپنی ایک خاص مشترکہ ثقافت وجود میں لاتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مرد و عورت ایک خانوادے کی تشکیل کے اہم رکن ہوتے ہیں جن کی شادی سماجی رسم و رواج کے مطابق ہوتی ہے اور پھر ان کے درمیان ایک بچہ یا کئی بچوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔[1]

دراصل خانوادہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو شادی، خونی رشتے یا بچوں کو گود لینے کے ذریعہ بعنوان عورت، ماں، باپ، شوہر، بھائی، بہن اور فرزندوں سے باہمی تعلق رکھتے ہوئے ایک مشترکہ ثقافت کو وجود میں لاتے ہیں اور جن کا خود اپنا ایک خاص ماحول ہوتا ہے۔[2] یعنی خاندان کی ایک جماعت ہے جن کے آپسی روابط و تعلقات کی بنیاد خونی رشتوں پر ہوتی ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوتے ہیں[3] لہٰذا خانوادہ ایک ہی جگہ میں رہنے والے کئی لوگوں کا گہرا اور مستحکم جسمانی اور ذہنی تعلق کا نام ہے جس کے بغیر خانوادے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اس نظام کی بنیاد اس کے اراکین کے تعلقات کی کیفیات پر منحصر ہے، اس لئے خانوادے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان رشتوں کو مضبوط بنانے پر زور دیا جائے اور خانوادے میں یہی باہمی تعلقات کی مضبوطی ہی اس کے ہر فرد کی بہتر صحت اور نشوونما کے ساتھ معاشرے میں ہمہ جہت ترقی کا سب سے اہم مسئلہ ہوتی ہے۔

۱۔ بہشتی، احمد، خانوادہ در قرآن، ص ۴

۲۔ جہانفر، محمّد، مبانی جمعیّت شناسی، ص ۱۲۱

۳۔ یضاً

عائلی نظام کے استحکام میں اخلاق کی تاثیر

اخلاق کا تعلق انسان کے باطن سے اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اس کی خلقت کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہوتا ہے۔ انسان کے اندر پائی جانے والی خواہشات، مہارت اور معنوی و باطنی صفات کو ہی اخلاق کہا جاتا ہے اور جو عمل ان صفات سے صادر ہوتے ہیں انھیں بھی اخلاق کہتے ہیں[۱]۔

غزالی بھی "نفسانی قوت کی اصلاح" کو اخلاق مانتے ہیں اور ان کا ماننا ہے کہ اخلاق، نفس میں موجود ایک ایسی پختہ مجموعی حالت ہے جس کے سبب انسان بڑی آسانی اور بغیر کسی غور و فکر کے عمل انجام دے سکتا ہے اور یہی وہ حالت ہے جو پسندیدہ اعمال کے صادر ہونے کا راستہ فراہم کرتی ہے اور برے اعمال سے پرہیز کی صورت میں صادر ہوتی ہے[۲]۔

اخلاق کی مذکورہ تعریفوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اخلاق اور خاندان کے مابین روابط کا ہونا ضروری ولازمی ہے کیوں کہ انسان خانوادے کے منظّم وپرسکون ماحول ہی میں رہ کر علم حاصل کرنے پر قادر ہے اور اپنی صفات میں کمال پیدا کر سکتا ہے، ساتھ ہی اپنے اندر موجود خامیوں کو دور کر سکتا ہے۔ لہٰذا جو انسان کمال کی تلاش میں ہے اور اپنے اندر پائی جانے والی کمزوریوں اور خامیوں سے دوری اختیار کرنا چاہتا ہے وہ خانوادہ میں اپنی موجودگی اور افراد کے درمیان اپنے روابط کو مستحکم کرنے کا خواہشمند ہوگا۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عائلی نظام کا استحکام اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے بقیہ تمام اعضا وارا کین اخلاقی پابندیوں کو بروئے کار لاتے ہوں اور کج رویوں سے اجتناب کرتے ہوں۔

عائلی نظام کے استحکام کی اہمیت

"عائلی استحکام" کی اہمیت کا تعلق اس کے نظام کی اہمیت سے جڑا ہوا ہے۔ خاندان کا یہ مقدس نظام انسانی معاشرے کا بنیادی ستون اور مختلف ثقافتوں کا علمبردار ہے تاہم قوموں کی خوشحالی اور بدحالی کا دار ومدار خانوادے کی حکمت عملی اور غلطی پر ہے۔ صحت مند اور متحرک معاشرے کی پہلی شرط خانوادے کی سلامتی اور اس کا استقلال ہے۔ بنی نوع انسان کی تمام تر سائنسی اور علمی کامیابیاں، سالم اور محفوظ خانوادوں کے سائے میں ہی نمودار ہوئی ہیں۔ قرآن مجید (جو زندگی کا بہترین نسخہ اور بنی نوع بشر کے لئے ایک اچھی زندگی گزارنے کا بہترین رہنما ہے) اس کی آیات کا ایک بڑا حصہ خانوادے کے افراد کے تعلقات اور میاں بیوی اور بچوں کے حقوق وفرائض کو منظّم

۱۔ مہدوی کنی، محمّدرضا، نقطہ ہای آغاز در اخلاق عملی، ص ۱۳

۲۔ غزّالی، محمّد، کیمیای سعادت، ج ۲، ص ۳۶-۱

کرنے کے بارے میں ہے۔ اگر انسان ان الٰہی آیتوں کی طرف رجوع کرے تو وہ متوجہ ہوگا کہ یہ آیات خانوادے کو مضبوط کرنے میں بہترین معاون و مددگار ہیں۔ قرآن کی بعض سورتیں خانوادگی مسائل کو خاص انداز میں بیان کرتی ہیں جیسے سورۂ نساء، سورۂ انسان، سورۂ تحریم اور سورۂ طلاق وغیرہ۔ خانوادہ کی تشکیل اور اس کے قیام کی ضرورت کا تقاضہ ہے کہ خانوادے کے بانیان یعنی میاں بیوی، عائلی نظام کو مستحکم اور برقرار رکھنے کے لئے اپنی پوری کوشش کریں اور خاندان کی تشکیل کے ہدف کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نظام کی پائیداری اور استحکام پر مسلسل توجہ دیں تاکہ خانوادگی نظام کے اتحاد اور اس کے تسلسل کو آخر تک محفوظ رکھا جاسکے۔

خانوادہ انسانی معاشرے کا سب سے بنیادی نظام ہے جو افراد اور انسانوں کی تربیت و ترقی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگر لوگ خانوادے کو مضبوط نہیں کر سکتے اور اس میں مومن افراد کی تربیت نہیں کر سکتے تو وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک آئیڈیل اور مثالی معاشرہ نہیں بنا سکتے جس کے نتیجے میں وہ اپنے ایمانی کلچر سے پیچھے رہ جائیں گے اور اپنے بلند مقاصد تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ خاندان کو مضبوط و مستحکم بنانے کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد کے مابین اعتدال کے ماحول کو بنائے رکھا جاسکے، اخلاق کی حکمرانی قائم کی جاسکے اور تمام افراد کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔ قرآن کے فرمان کے مطابق اگر شادی اور خانوادے کی تشکیل کا ہدف خانوادے کے اعضاء کی سلامتی ہو تو ضروری ہے کہ تمام رویے اور تعاملات اسی مقصد کے حصول کے مطابق انجام دیئے جائیں۔

شادی۔ عائلی نظام کے استحکام کا پہلا قدم

شادی انسانوں کے لئے کوئی خاص اور منفرد واقعہ نہیں ہے لیکن یہ انسانوں کے اندر انسانیت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ اور عظیم مقاصد کے حصول کا پیش خیمہ ہے۔ اب تک مرد اور عورت کے تعلقات میں شادی سے بہتر کوئی چیز ایجاد نہیں کی جاسکی ہے کہ جس کے ذریعہ جنسی خواہشات، محبت اور فرزند جیسی سعادت کے درمیان ایک تعلق قائم ہوتا ہے۔ محبت کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اسلام میں شادی کے ذریعہ آباد ہونے والے گھر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے"[۱]۔

شادی کے بارے میں سورہ روم کی آیت ۲۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

"خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ذریعے سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان الفت و محبت

۱۔ مشکینی، علی، ازدواج در اسلام، ص ۱۱

کے بیج بوئے ہیں تاکہ یہ زندگی کی بقاء کا ذریعہ ہوسکے۔ اس معاملے میں خدا کی نشانیاں دانشوروں پر ظاہر ہیں"۔

ان الٰہی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر انسان خلقت کے اعتبار اپنی نوعیت کا ایک شریک پاتا ہے تاکہ تناسل و تولید کا سلسلہ چلتا رہے اور انھیں اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے محتاج رہیں اور کمال کو پہنچنے میں ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت رہے۔ اور یہی وہ جنسی میلان ہے جسے خدا نے ان دونوں کو امانت کے طور پر حوالے کیا ہے[۱]۔

ان آیات اور روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی یا نکاح ہمبستر ہونے کا ایک ایسا عمل ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور اسے صرف شہوت و لذت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ حجاب سے متعلق تمام احکام، ہمبستری کا طریقہ اور یہ کہ ہر عورت اپنے شوہر کے ساتھ مخصوص ہے نیز طلاق، عدت، اولاد، وراثت اور اس طرح کے دیگر احکامات جو اسلام نے مقرر کئے ہیں، وہ سبھی اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمبستری کے اس عمل کو کھیل سمجھا جائے ۔ لیکن موجودہ مغربی تہذیب میں مردوں اور عورتوں کے درمیان جنسی تعلقات سے متعلق جو قوانین نظر آتے ہیں اس میں مرد و عورت کے درمیان ہمبستری کے عمل کو صرف عیش و عشرت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جس کا مشترکہ عائلی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان کے قوانین میں عفت، حجاب، اختصاص وغیرہ کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے[۲]۔

شادی کے بارے میں اسلامی قوانین اور غیر اسلامی قوانین میں مذکور اختلافات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی قوانین کی بنیاد بنی نوع بشر کے حقیقی مفاد و مفاسد پر ہے جن کا بنانے والا خداوند عالم ہے۔ اسی لئے وہ مختلف امور کی تبدیلیوں کا نشانہ نہیں بن پاتا جب کہ مغرب میں سیکولر قوانین کی تکیہ گاہ انسان پرستی اور ہیومنزم ہے جو انسان اور مادی دنیا کی ایک مخصوص تعریف سے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ صرف مادی پہلو پر غور کرتے ہیں اور صرف اسی دنیا کو مد نظر رکھتے ہیں۔ وہ انسان کی ہمہ جہت نیک بختی و سعادت کو نظر میں نہیں رکھتے[۳]۔

خانوادہ چونکہ عمومی عفت کے تحفظ کا بہترین ذریعہ ہے لہٰذا اسلام اس عائلی نظام کو تشکیل دینے کی ترغیب دیتے ہوئے فطرت کی آواز کا مثبت جواب دیتا ہے اور شادی کو صالح اولاد پیدا کرنے اور نسلوں کی بقاء کے تحفظ

۱۔ طباطبائی، محمّد حسین، المیزان (ج ۲)، ص ۴۱۸

۲۔ غلامی، یوسف، اخلاق و رفتارہای جنسی، ص ۱۶۳۔۱۲۷؛ رحیمی یگانہ، زہرا، خانوادہ موفّق، ص ۱۰۲۔۹۹

۳۔ مطہری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، ص ۱۲۲۔۱۰۲؛ جوادی آملی، عبداللہ، زن در آیینہ جلال و جمال، ص ۳۹۹۔۳۹۳

کا واحد ذریعہ تسلیم کرتا ہے تاہم اس فطری چیز کی راہ میں کوئی پریشانی پیدا نہیں کرتا بلکہ اس قدرتی قوت کو معاشرے کے فائدے اور انفرادی زندگی کے لئے بھی قابل استفادہ قرار دیتا ہے۔اور ازدواجی زندگی میں جسمانی سکون پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ شادی کے سائے میں ذہنی، اخلاقی اور فکری سکون بھی فراہم کرانا چاہتا ہے جو انسانی سعادتمندی کی اساس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دور میں ازدواجی بندھن اس قدر کمزور اور غیر پائیدار ہو چکے ہیں کہ فضول اور چھوٹے واقعات کی وجہ سے بڑی آسانی سے توڑ دیئے جاتے ہیں کیونکہ ایسے بندھنوں میں زندگی کی حقیقتوں پر توجہ نہیں دی جاتی اور اس طرح کے بندھن خوابوں اور بچکانہ و ناپختہ تخیلات کے تحت جوڑے جاتے ہیں۔

اسلام تمام مسلمانوں کو ایک خانوادہ تشکیل دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ دوسری طرف شادی کی راہ میں حائل رکاوٹوں یعنی مادی اور معاشی غربت کے بارے میں کہتا ہے کہ غربت شادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ خداوند عالم غریب مردوں اور عورتوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ اگر وہ پہل کریں گے تو وہ انہیں اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا۔خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے :

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

ترجمہ : اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنادے گا، خدا بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے۔اور جو لوگ نکاح کی وسعت نہیں رکھتے ہیں وہ بھی اپنی عفت کا تحفظ کریں یہاں تک کہ خدا اپنے فضل سے انھیں غنی بنادے اور جو غلام و کنیز مکاتبہ (آزاد ہونے کا مخصوص نوشتہ) کے طلبگار ہیں ان میں خیر دیکھو (کہ آزاد ہونے کے بعد زندگی گزار سکتے ہیں) تو ان سے مکاتبہ کرلو بلکہ جو مال خدا نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ انھیں بھی دے دو اور خبردار اپنی کنیزوں کو اگر وہ پاکدامنی کی خواہشمند ہیں تو مجبور نہ

کرنا کہ ان سے زندگانی دنیا کا فائدہ حاصل کرنا چاہو کہ جو بھی انھیں مجبور کرے گا خدا مجبوری کے بعد ان عورتوں کے حق میں بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے[1]۔

مذکورہ آیت میں پہلے غیر شادی شدہ مرد و عورت کو خانوادے کو تشکیل دینے کی ترغیب دی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ مادی اور معاشی غربت سے خوف نہ کھائیں بلکہ خدا کے الطاف و مہربانی پر امید رکھیں۔ خدا پیش قدمی کرنے والے غریب مرد و عورت کو خوش خبری دیتا ہے کہ وہ انھیں اپنے فضل و کرم سے غنی کردے گا۔

مرد و عورت کے مقام کا تعین اور عائلی نظام کے استحکام پر ان کے اثرات

اسلام نے سماجی امور کی منصوبہ بندی اور اس میں مرد و عورت کی مرضی و عمل کی شمولیت کے لحاظ سے دونوں کے درمیان مکمل مساوات قائم کی ہے۔اس مساوات کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے پاس وہی تمام خواہشات اور ضروریات ہوتی ہیں جو مرد کی خواہشات و ضروریات ہوتی ہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے:

"تم مرد اور عورت ایک ہی جنس سے ہو"[2]۔

لہٰذا مرد اور عورت ان تمام چیزوں میں برابر ہیں جنہیں اسلام حق جانتا ہے۔ شادی اور نسل انسانی کی تخلیق اور بقاء کے معاملات میں ہر فرد اپنی جسمانی ساخت کی بنیاد پر اپنا اپنا کردار ادا کرتا ہے اور کسی کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے[3]۔

اسلام میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا دوست، مددگار اور ایک دوسرے کو مکمل کرنے والا قرار دیا گیا ہے اور تکمیل کا یہ مرحلہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ صحیح اور جائز تعلقات رکھیں۔

مذکورہ باتوں کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ خواتین کے بارے میں اسلام کا نظریہ انسانیت پر مبنی ہے۔ جب کہ یہی حقوق نسواں (فیمنسٹ) کے دعویداروں کا ایک کمزور نکتہ ہے کہ جس کا غالب پہلو جنس کی بحث ہے اور اسی وجہ سے وہ عصر حاضر کی خواتین کے درپیش مسائل کو صرف حل کرنے ہی میں ناکام نہیں ہیں بلکہ انہوں نے مردوں اور عورتوں کے درمیان پائی جانے والی مشکلات و مسائل کو مزید نازک بنادیا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ زندگی، امن و جنگ، محبت و غصہ، کشش و فرار کا نام ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ زندگی اسی وقت

۱۔ سورہ نور، آیت ۳۲۔ ۳۳

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵

۳۔ طباطبائی، محمد حسین، المیزان (ج ۲) ص ۴۹ و ج ۴، ص ۳۶۲-۲۲۹

پیاری اور خوبصورت ہوتی ہے جب امن و محبت اور کشش کا ماحول برقرار رہے۔ایک اور نکتہ یہ ہے کہ ایثار، قربانی اور مشکلات کو برداشت کئے بغیر امن و سکون کے خوبصورت گلستان تک نہیں پہنچا جاسکتا۔اس دوران بیٹیوں، بیویوں اور ماؤں کے طور پر عورتیں اپنی زندگی کے آغاز سے ہی اپنے بھائیوں، شوہروں اور بچوں کے دلوں میں محبت اور شفقت کا خوبصورت بیج آسانی سے بو سکتی ہیں لیکن عورت مذکورہ کاموں کو انجام دینے میں اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ نفس کی اصلاح کے ساتھ جہاد بالنفس کرے اور شیطانی میلانات اور خواہشات نفسانی کے غلبے سے مقابلے کرے۔اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا:

”بیوی کا جہاد یہی ہے کہ وہ ایک اچھی زوجہ بن کر زندگی گزرائے“[۱]۔

گھر اور خانوادے کے امور کو منظم رکھنا

ابھی تک اسلامی زاویے سے خواتین کی شخصیت کا انفرادی، خاندانی اور سماجی پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا اور پتہ چلا کہ اسلام نے ہر پہلو میں عورت کے کردار کو تسلیم کیا ہے اور انسان ہونے کے اعتبار سے عورت اور مرد کے درمیان فرق کو قبول نہیں کیا ہے۔اسلام اور قرآن کی روح سے ناواقف کچھ افراد قرآن کی چند آیات کا سہارا لے کر اسلام پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خواتین کی تذلیل کرتے ہیں۔ لٰہذا ایسے لوگوں کے افکار کو سامنے لانا اور انھیں بے نقاب کرنا بہت ضروری ہے اور اسی کے ساتھ ایسی آیات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے جس سے اسلام میں عورت کے انسانی مقام و وقار اور گھریلو اور ازدواجی معاملات میں اسکی عظمت اجاگر ہو سکے۔

سورۂ نساء کی ۳۴ آیت میں ارشاد ہوتا ہے :

”مرد عورتوں کے نگہبان و سرپرست ہیں، اس لئے کہ انھیں ان کے مال پر (عورتوں کے معاملے میں) فضیلت حاصل ہے“۔

یہ آیت اور اس جیسی دوسری آیتیں کبھی بھی عورتوں پر مردوں کی برتری اور روحانی فضیلت کا ثبوت نہیں ہیں۔لوگوں کے درمیان فرق کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو زندگی کو بہترین طریقے سے چلایا جائے اور دوسری بات یہ کہ جب تک لوگوں اور مختلف طبقوں کے درمیان ہم آہنگی قائم نہیں ہو گی زندگی کا انتظام ٹھیک نہیں ہو گا۔صلاحیتوں میں فرق کا پایا جانا، ذمہ داریوں کو قبول کرنے اور پورا کرنے میں بہترین کردار ادا کرتا ہے لیکن یہ برتری اور فضیلت کا پیمانہ نہیں ہے۔ایک آدمی کا گھر کے نظام کو چلانا،

۱۔ نگرش گذرا بہ مقام زن در جہان آفرینش، ص ۵

معاشرے کے نظام کو چلانا، انسانیت کی روحانی ترقی اور سربلندی کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک انتظامی ذمہ داری ہے اور نظام نہ چلانے والا انسان بھی انسانیت کی صفوں میں بہت بلند ہو سکتا ہے۔

سماجی اور معاشی معاملات میں اور گھر کی ضروریات کو پورا کرنے اور زندگی کے انتظام میں مرد کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مرد عورت کے اخراجات کو پورا کرنے کا بھی ذمہ دار ہے لہٰذا گھر کی سرپرستی اور انتظام مرد کی ذمہ داری ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عورت سے برتر ہے۔ مرد کا قیّم ہونا یعنی ولی و سرپرست ہونا اور میاں بیوی کا فرمانبردار اور مطیع ہونا خدا پر ایمان کی دلیل ہے اور گھریلو معاملات میں بیوی کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا گویا خدا کی اطاعت ہے۔ درحقیقت عورت کا ایسے باایمان مرد کی اطاعت کرنا گویا خدا کی اطاعت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو گناہ کا حکم دے تو اس کے حقوق سلب ہو جاتے ہیں۔

ایک اور بات یہ ہے کہ یہ آدمی اپنی بیوی کی جان و مال کی حفاظت کا اسی طرح پابند ہوتا ہے جس طرح وہ اپنی جان کی حفاظت کا پابند ہے۔ اسلام کے مطابق ایک مرد کی بیوی اس کی اپنی جان کی طرح ہوتی ہے۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے معاملات کو صحیح طور پر چلانے کی ذمہ داری انسانیت کے ناطے ہے لہٰذا مرد کا ایسی ذمہ داری نبھانا کوئی توہین آمیز اور ذلت آمیز بات نہیں ہے بلکہ انسان کا یہ عمل اپنے اور اپنے اہل و عیال سے تعلق کی شدت کی وجہ سے ہے جو اس کی ذمہ داری کو دوگنا کر دیتا ہے۔

ایک مومنہ عورت ایک مومن مرد یعنی اپنے شوہر کے انتظام کو علم اور آگاہی کے ساتھ قبول کرتی ہے تاکہ گھر میں امن و سکون قائم ہو سکے اور گھر کے ماحول میں کسی قسم کے جھگڑے کو روکا جا سکے۔ گھر میں نظم کی برقراری میں اتحاد کا پایا جانا منطقی عمل ہے۔ بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ احکام الٰہی پر مبنی انتظامات، جبر و آمریت سے بہت ہی مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے مرد کی سرپرستی کا جو تعلق ہے وہ بیوی ہونے کی حیثیت سے ہے، عورت کا مرد کے مقابل یا نابرابر ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ ولایت و سرپرستی فضیلت کا پیمانہ نہیں بلکہ ایک فرض ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت ایک خود غرض مرد کی اسیر ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ نظام و انتظام، عائلی نظام کے اصولوں پر مبنی ہے۔ بعض اوقات یہ انتظام دونوں فریقوں کی صوابدید پر بدل دیا جاتا ہے یعنی گھر کا انتظام عورت کے ذمہ ہوتا ہے یہاں تک کہ گھر کا مرد بھی اس کی بات مانتا ہے۔ یہ سب کچھ دین اور مذہبی احکام کے دائرے میں رہ کر ہوتا ہے۔

البتہ ہر چیز کے بارے میں مادیت پسندانہ نظریہ رکھنے والا شخص ان رشتوں کو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ اس کے دیکھنے کا معیار صرف دنیاوی اور مادی چیزیں ہی ہوتی ہیں اور اس کے نزدیک فضیلت کا تعین انھیں مادی چیزوں

کی موجودگی سے ہی طے پاتا ہے۔ دراصل مادیت پسند انسان کے نقطہ نظر سے وہی انسان افضل ہے جس کے پاس طاقت، دولت اور زیادہ شہرت ہو لیکن اسلام ایسی چیزوں کو اہمیت نہیں دیتا اور فضیلت و برتری کو صرف ایمان، تقویٰ اور علم الٰہی اور اعمال صالحہ سے جوڑتا ہے جیسا کہ مشاہدہ کیا جاچکا ہے کہ اس زاویہ سے دیکھا جائے تو خواہ وہ عورت ہو یا مرد دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر صرف وہی افضل ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے سب سے زیادہ قریب ہو۔

مذکورہ آیت کا دوسرا حصہ (سورۂ نساء، ۳۴) جس کو قرآن کے سیاق و سباق اور اسلامی روحانیت سے ناواقف بعض جاہل لوگ، دلیل کے طور پر بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ اسی کی بنیاد پر عورتوں کو اذیتیں دیتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ:

> "لیکن عورتوں کا وہ گروہ کہ جس کی سرکشی اور مخالفت سے تمہیں ڈر لگتا ہے انھیں نصیحت کرو اور (اگر یہ کارآمد نہ ہو تو) بستر پر ان سے دور رہو اور اگر یہ بھی کارآمد نہ ہو تو ان کو تنبیہ کرو (اور انھیں مسواک جیسی ایک لکڑی سے مارو)۔ البتہ یہ جان لو کہ خدا کی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے"۔

اس مسئلے کا حل صرف مذہبی اور ایمانی نقطہ نظر سے ہی ممکن ہے۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ خدا پر یقین رکھنے والے میاں اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے یا بیوی شوہر کے تئیں اپنے فرض کو پورا کرنے سے انکار کر رہی ہے تو ایسے وقت میں اس مرد کی تمام کوشش بیوی کی محبت کو برقرار رکھنے اور اپنی عزت و آبرومندی پر ہو گی لہٰذا اسے حکمت و عقل کے ساتھ مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ وہ ایسا نہیں چاہے گا کہ اس کا اور اس کی بیوی کا راز فاش ہو اور چونکہ ضد اور شوہر کے حق سے انکار کا عمل، عورت کی جانب سے ہے اور وہ بھی وہ عورت جو اس کی بیوی ہے اور اس کی جان سے زیادہ عزیز ہے اس لئے مرد کی ذمہ داری ہے کہ پیش قدمی کرتے ہوئے آپسی مسئلہ کو بہترین طریقے سے حل کرے۔ اس دوران اگر تھوڑی سی تلخی بھی ہو جائے تو اسے زندگی اور محبت کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے، اسے دشمنی اور عداوت تصور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بالکل اس ہلکی سی سرجری کی طرح ہے جس کا مقصد زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ حضرت ایوب اور ان کی اہلیہ کے قصے میں کہا گیا ہے کہ: "تیلی گھاس کا ایک گچھا لے لو اور اسے مارو"[۱]۔ مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس طرح مارے کہ اس کا جسم سرخ اور زخمی ہو جائے یا سیاہ پڑ جائے کیونکہ ایسی صورت میں قصاص اور دیت واجب ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اسے غفلت سے

۱۔ سورہ نور، آیت ۴۴

بیدار کرنے کے لئے اور اپنی اور اپنے شوہر کی زندگی کو انتشار سے بچانے کے لئے مارنا بھی چاہتا ہے تو امام محمد باقرؑ کے بقول "مسواک کی لکڑی" سے اسے مارے۱۔

اگر دیکھا جائے تو ہرگز یہ مارنے والا عمل نہیں ہے وہ بھی ایسے کے ساتھ یہ عمل کرنا جسے مرد پیار و محبت سے گلے لگاتا ہے اور اپنی آغوش میں لے لیتا ہے بلکہ یہ تو صرف اس کو ہوش میں لانے کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس کی عقل ٹھکانے آجائے جو کہ وقتی جذبات اور مزاج کی وجہ سے ضدی ہوگئی ہے۔ البتہ ایسا کرنا اسی وقت ضروری ہے جب آدمی خود ہوشیاری اور سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے کرے اور کم نقصان کے عوض بڑے خطرات کو ٹالنا چاہتا ہو تب کرے۔

آیت کریمہ بھی ایسی جدائی کو روکنے پر زور دیتی ہے تاکہ ایک بکھرتے ہوئے خاندان کو نجات دی جاسکے کیونکہ کسی اور کا ان دونوں کے درمیان حائل ہونا صحیح نہیں ہے لہٰذا قرآن شوہر سے کہتا ہے کہ وہ اپنی عزیز بیوی سے زندگی کے مسائل کو غصے کی حالت میں وضاحت کرے، بیوی کو اس کے تباہ کن اثرات سے آگاہ کرے، اسے ممکنہ نقصانات کے بارے میں بھی یاد دلائے اور اگر یہ کرنے کا فائدہ نہ پہنچے تو اسے عارضی ہجرت اور جدائی کے ذریعہ آزمائے تاکہ شاید اسے مستقل جدائی کی تلخی سمجھ میں آجائے اور اگر پھر بھی وہ نہ سمجھے تو اسے بہت ہی ہلکی ضرب لگا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرے تاکہ وہ ضد اور اپنے جذبات کی قید سے آزاد ہو جائے اور اپنی زندگی اور خانوادے کے بکھرنے سے نجات پائے۔

یاد رہے کہ مرد کا یہ عمل بھی اپنی بیوی سے شدید محبت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ ضرب اور مارنے کا عمل اسی وقت درست ہوگا جب علاج کے ارادے سے کیا جائے اور یہ عمل ایک عقلمند کے ہاتھوں صادر ہو ورنہ اس عمل کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور جائز بھی نہ ہوگا بلکہ ایسا کرنے والا خدا اور رسول کے نزدیک ناپسندیدہ اور مردود قرار پائے گا۔

ازدواجی زندگی میں اگر مرد اور عورت دونوں عقلمند ہوں اور ذہنی توازن برقرار رہے تو ان کے درمیان کوئی مشکل ہی پیدا نہ ہوگی اور ان کے رشتوں میں امن و سکون کا راج ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک عاقل ہو اور عادی حالت میں رہتا ہو (آیت کے مفروضے کے مطابق آدمی) تو سکون اور سلامتی قائم ہو جائے گی اور اگر یہ دونوں غیر عادی حالت میں ہوں گے یا دماغی و روحانی سلامت میں کمی ہوگی تو نادانی کریں گے لہٰذا ایسے موقعے پر مسئلہ کا حل عقلمندوں، حکمرانوں اور عدالتوں کے حوالے کیا جائے گا اور یہی قرآن کا قول ہے۲۔

۱۔ طبرسی، حسن بن فضل، مجمع البیان (ج ۲) ص ۹۵

۲۔ سورہ نساء، آیت ۳۵

اسلام میں عائلی نظام کے استحکام کے اسباب

عائلی نظام کو مستحکم و مضبوط بنانے میں بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن میں سے اہم ترین اسباب و عوامل پر ذیل میں بحث کی گئی ہے:

ا۔ **آپسی میل ملاپ**: عملی حکمت میں حکماء حضرات "تدبیر منزل" کو "سیاست مُدُن" پر مقدم جانتے ہیں البتہ "تہذیب اخلاق" کو "تدبیر منزل" پر فوقیت دی گئی ہے۔ عملی حکمت میں سب سے پہلے فرد کو مہذب کیا جاتا ہے تاکہ وہ ایک خانوادہ کی بنیاد رکھ سکے اور پھر اس کی اتباع میں ایک تدبیر یافتہ و منصوبہ بند خاندان اور ایک زندہ و سالم معاشرہ تیار ہو سکے۔ زندہ و سالم معاشرہ کسی صنعت اور مشین کے ذریعہ وجود میں نہیں آتا بلکہ اخلاقی روابط اور اچھے الٰہی تعلقات، ایک صحت مند اور زندہ معاشرے کی بنیاد ہیں۔

ویل ڈورنٹ کہتا ہے:

> "ہم جنگوں اور مشینوں میں اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ اس حقیقت سے ناواقف ہو گئے کہ زندگی کی بنیادی حقیقت صنعت اور سیاست نہیں ہے بلکہ انسانی روابط اور گھر کے افراد یعنی شوہر، بیوی، والدین اور بچوں کا آپسی تعاون و تعلق ہے"[۱]۔

سماجی خواہش کا ہونا انسان کی ضروریات میں سے ہے اور وہ سماج و معاشرے سے سوائے پیار و محبت کے کسی چیز کی توقع نہیں رکھتا کیونکہ انسان کی تخلیق محبت اور پیار پر مبنی ہے جو اس کی ہر کوشش میں بہترین محرک ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ لوگ عام طور پر سچی محبت کو نہیں پہچان پاتے لیکن مجازی اور جھوٹی محبتوں میں بھی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ انسان کو کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اسے پر امید بناتی ہے۔ خداوند عالم نے گھر میں صحیح انسانی برتاؤ کو حسن سلوک یا اچھے برتاؤ کا نام دیا ہے اور مرد و عورت دونوں سے اس کی رعایت کرنے کا خواہشمند ہے تاکہ وہ نیکیوں یعنی خوشگوار زندگی گزارنے کے قابل ہوں:

وَقُولُواْ لَهُمۡ قَوۡلاً مَّعۡرُوفًا : ترجمہ: اور ان سے مناسب گفتگو کرو[۲]۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالۡمَعۡرُوفِ :ترجمہ: اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو[۳]۔

ا۔ ویل ڈورنٹ، لذّات فلسفہ، ص ۸۱-۶۵

۲۔ سورہ نساء، آیت ۵

۳۔ سورہ نساء، آیت ۱۹

خانوادے میں اچھے تعلقات کا تعین دو حدود یعنی قانونی اور اخلاقی نصب العین کے دائرے میں ہوتا ہے اور حسن سلوک یعنی اچھے تعلقات کی تعبیر جو شوہر کے لئے فرض اور بیوی کے لئے ایک حق کے طور پر پیش کی جاتی ہے یہ خاندان کو مستحکم کرنے کا ایک اہم عنصر ہے۔ اگر اسے اچھی طرح بیان کیا جائے تو یہ ان تمام امور کی نشاندہی کرتا ہوا نظر آتا ہے جو مرد کو عورت کے حق میں کرنا چاہیے۔ نفقہ کے ذریعہ عورت کی تمام جسمانی ضروریات اور اچھے برتاؤ اور حسن سلوک کے ذریعہ اس کی تمام روحانی ضروریات پوری کی جانی چاہیے[۱]۔ خانوادگی احساسات وجذبات اور اس کے طویل مدتی اور مقدس اہداف کا تقاضہ یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھے تعلقات کو لے کر زیادہ محتاط رہیں اور گھر میں مہر و محبت کا ماحول بنائے رکھیں۔

۲۔ خانوادے کے تمام افراد کے مابین نظم وضبط کا ماحول بنائے رکھنا: خانوادے کی تشکیل کے بارے میں قرآن میں بارہا ذکر ہوا ہے:

> يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔ ترجمہ: اے انسانو! اس پروردگار (کی مخالفت) سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد و عورت (دنیا میں) پھیلا دیئے ہیں اور اس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کی بے تعلّقی سے بھی ڈرو، اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے[۲]۔

اسلام اپنے معاشرے کے کسی بھی شعبے میں نا امنی اور انتشار پسند نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ تمام پہلوؤں خواہ انفرادی ہوں یا عوامی سبھی میں نظم وضبط کا مطالبہ کرتا ہے۔ درحقیقت اسلامی نظام آسمانی ہدایات پر مبنی ہے جس میں کسی طرح کی نسلی، سرحدی یا خاندانی یا اس جیسی کوئی حدود وقیود نہیں ہوتیں کیونکہ ان ہدایات کا تعلق اللہ کی طرف سے آنے والی وحی سے ہے۔

۳۔ خلقت میں یکساں ہونے پر توجہ دینا: الٰہی قوانین کا اصل سرچشمہ توحیدی اصول پر مبنی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی معاشروں میں موجود تمام رکاوٹوں اور پابندیوں کو دیکھ کر ہم

۱۔ خانوادہ در قرآن، ص ۱۵۳ ۲۔ سورہ نساء، آیت ۱

آج بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو آج تک جتنے بھی مسائل درپیش آئے ہیں یا جن سے وہ نبرد آزما رہا ہے، وہ سب انھیں پابندیوں اور رکاوٹوں کے سبب وجود پذیر ہوئے ہیں (مثلاً نسلی، قومی، سرحدی اور طبقاتی تعصّبات وغیرہ) ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ یہ انسانی زندگی کی راہ میں وہ رکاوٹیں ہیں جو اسے نیک بختی اور ترقی تک پہنچنے میں مشکلات پیدا کرتی ہیں[۱]۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی پوری توجہ اس بات پر ہے کہ تمام انسان (مرد اور عورت) ایک ہی جسم سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر انسان اس نکتہ کی طرف توجہ کرے تو رکاوٹوں کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ **باہمی ہمدردی اور مل جل کر کام کرنا:** خانوادے کے ساتھ تعاون اور ہمدردی خدا کے دین کے دائرے میں رہ کر ہونی چاہیے اور یہ تعاون بدعنوانی، رشوت خوری، حقوق غصب کرنے اور برائیوں کے پھیلانے کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔ اس لئے دین نے سب سے پہلے پرہیزگاری کی بات کی ہے اور اسے سماجی نظم کا مرکز قرار دیا ہے اور اس کے بعد رشتہ داروں کی اہمیت پر گفتگو کی ہے۔ "تَسَاءَلُونَ بِهِ" کے فقرے میں قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا ہی وہ آخری پیمانہ ہے جسے سماجی تعاون کے مرکز کے طور پر قرار دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی کسی سے کچھ چاہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ اسے پورا کرے گا یا نہیں تو وہ کیسے ثابت کرے گا کہ اس کی بات سچ ہے یا جھوٹ ہے۔ یہاں پر اس کے پاس خدا کی قسم کھانے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہتا یا یہ کہ اس کا ایمانی و فطری ضمیر خود خدا سے مشورہ کرے اور وہ اس طرح اپنی حفاظت کرے۔ ایمان سے مستفید ہونے والا انسانی معاشرہ اپنے بچوں کے درمیان انصاف اور مساوات کی بنیاد پر تعاون کی فضا ہموار کر سکتا ہے لیکن اگر معاشرہ باایمان نہ ہو تو کوئی بھی ادارہ اور نظام ہو وہ صرف کاغذی کاروائی تک ہی محدود رہتا ہے۔ یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے ایک گیند کھلاڑیوں کے ہاتھ میں دے دی جائے[۲]۔ یہیں پر ہم کہتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد ایمان اور تقویٰ پر ہونی چاہیے۔

۵۔ **ایک دوسرے سے مشورہ لینا:** خانوادے میں باہمی مشاورت کا رواج، خانوادے کے افراد کے درمیان افہام و تفہیم اور تعاون کا سبب ہے جو کہ ایک مضبوط اور محبت سے لبریز خانوادے کی تشکیل کے ساتھ ساتھ زندگی میں درپیش مسائل اور رکاوٹوں کا بہترین محافظ بھی ہے۔ امام علیؑ فرماتے ہیں:

وَلاَ ظَهِيرَ كَالْمُشَاوَرَةِ: باہمی مشاورت جیسی کوئی پشت پناہی نہیں ہے[۳]۔

۱۔ تفسیر ہدایت، ج ۱۵، ص ۲

۲۔ ایضاً، ص ۱۷

۳۔ نہج البلاغہ، خ ۵۴

انسانی تاریخ میں بہترین اور مضبوط عائلی نظام وہی رہے ہیں جن میں میاں بیوی اور بچے ایک دوسرے کے ہم فکر اور مددگار تھے۔ اس کا واضح اور بہترین نمونہ امام علی علیہ السلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگیوں میں قابل مشاہدہ ہے۔

۶۔ **گھر میں آپسی میل و محبت کو قائم رکھنا:** انسان، مہر و محبت کا پیاسا ہوتا ہے۔ زندگی میں بہت سی طاقت فرسا کوششیں محبت ہی کے نتیجے میں کی جاتی ہیں اور اسی کے وجود سے انسان متحرک رہتا ہے اور روزی کمانے کی طرف راغب ہوتا ہے۔ کسی کی عزت اور شخصیت کی حرمت کا اندازہ اس سے برابر ملاقاتوں کے نتیجے میں ہی لگایا جاسکتا ہے خاص طور پر باہمی الفت و محبت رکھنے والوں کی طرف سے جب یہ عمل انجام پاتا ہے تو ان کے درمیان تعلقات مضبوط ہوتے ہیں جس کی سب سے واضح مثال خانوادہ ہے۔

درحقیقت اچھے اخلاق کی مثال اس تیل کے مانند ہے جس سے اگر مسلسل مالش کی جائے تو انسان کے اعضا جڑے رہتے ہیں اور ان کے جوڑ میں مضبوطی آتی ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے دینی بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی کوشش پر بہت تاکید کی ہے لہٰذا کتنا اچھا ہوگا کہ اس کا آغاز خانوادے سے کیا جائے: مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ باہمی الفت و محبت کی فضا ایجاد کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ[۱]۔ خاندان کے افراد کے مابین الفت و محبت خدا کی رضا اور اس کی رحمت کے نزول کا سبب بنتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ ایسا خانوادہ نیک بخت ہوگا۔

میاں بیوی کے مابین پیار و محبت کی ضرورت کے بارے امام سجادؑ فرماتے ہیں:

> "تمہاری بیوی کا حق یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ خداوند متعال نے اسے تمہارے لئے باعث سکون اور مونس و انیس بنایا ہے اور تم جان لو کہ یہ خدا کی نعمت ہے جو اس نے عطا کی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کی عزت کرو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرو اور نرمی سے پیش آؤ اگرچہ شریک حیات پر تمہارا حق زیادہ سخت ہے لیکن اس کا بھی تم پر یہ حق ہے کہ تم اس کے ساتھ نرمی و محبت سے پیش آؤ"[۲]۔

ہمدردی اور حسن سلوک کے علاوہ بیوی پر شوہر کے حق کی حرمت اتنی زیادہ ہے کہ اسے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کے برابر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

۱۔ کلینی، محمد، اصول وفروع کافی، ص ۳۹۶

۲۔ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، ص ۲۶۲

جِهَادُ الْمَرأَةِ حُسنُ التَّبَعُّلِ۔ ترجمہ: عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے اچھی بیوی بن کر رہے[۱]۔

۷۔ **خانوادے کے تمام افراد کو ان کے حقوق اور فرائض سے آشنا کرنا**: یہاں پر ایک ایسا بنیادی اصول ہے جس پر قانونی نظام تاکید کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں بھی کوئی فریضہ ہوگا تو اس کے ساتھ ایک مقررہ حق بھی ہوگا۔ حق اور فرض دو الگ الگ چیز نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا حق ہے اور اس کے بدلے میں ایک فریضہ ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہوگا۔ یہ موضوع تمام انسانوں کے لئے ثابت ہے کہ حقوق تو صرف اللہ کے پاس ہیں لیکن اس پر کوئی فریضہ نہیں ہے۔ یہاں پر خانوادے کے افراد کے حقوق کی اقسام کے ساتھ عائلی نظام کے استحکام میں ان حقوق کی تاثیر کے بارے میں اشارہ کیا جائے گا:

الف: والدین کا بچوں پر حق:

امام سجادؑ نے رسالہ حقوق میں اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

"تمہارے اوپر تمہاری ماں کا حق یہ ہے کہ تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں ایک مدت تک (پیٹ میں) اس طرح اٹھائے رہی کہ جس طرح کوئی نہیں اٹھاتا ہے (یعنی نو ماہ تک تمہارے حمل کو اپنے شکم میں رکھا) اور اس نے اپنے میوۂ دل روح سے اس طرح تمہیں خوراک دی کہ کوئی دوسرا انہیں کھلا سکتا اور یقیناً اس نے اپنے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، بال، جلد اور اپنے تمام اعضاء کے ساتھ خوشی خوشی تمہارا بوجھ اٹھائے پھرتی رہی اگرچہ اس کی وجہ سے مسلسل زحمتوں اور مشکلوں میں مبتلا رہی۔ تمہارے باپ کا حق یہ ہے کہ تم جان لو کہ وہ تمہاری جڑ ہے اور تم اس کی شاخ ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہارا وجود بھی نہ ہوتا لہٰذا جب بھی اپنے اندر کوئی پسندیدہ اور اچھی چیز دیکھو تو تم اس وقت خیال کرو کہ تمہاری اس خوبی اور اچھائی کی وجہ تمہارا باپ ہے لہٰذا اس پر خدا کی حمد و ثنا کرو اور اپنی اس اچھائی کے لئے اس کے شکر گزار بنو، وَ لاَ قُوَّةَ إلاَّ بِاللهِ[۲]۔

یہیں سے انسان سمجھتا ہے کہ اللہ نے والدین کے ساتھ کیوں حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کی تمام زحمتوں کی شکر گزاری کو کیوں اپنی شکر گزاری کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، رخ ۱۳۶ ۲۔ تحف العقول، ص ۲۶۳

آسمانی کتاب قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم توحید کے مسئلہ کے فوراًبعد بیان ہوا ہے جس سے اس حکم کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلاَّ تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ اُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اُف بھی نہ کہنا اور انھیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان سے ہمیشہ شریفانہ و سنجیدہ گفتگو کرتے رہنا۔نیز ان کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگارا! ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے[1]۔

ان آیات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں تین اہم احکام ذکر ہوئے ہیں:

۱. معمولی سی بھی بے ادبی نہ کرنا یعنی اف تک کا بھی استعمال نہ کرنا۔ان پر چیخنے اور چلانے کی بات تو بہت دور!۔
۲. والدین کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۳. ان کے لئے دعا کرنا[2]۔

قرآنی نقطہ نظر سے والدین کا احترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا امن و سلامتی کا باعث ہے اور خانوادے کے تمام افراد کے مابین تعلقات کی مضبوطی کا ایک سبب بھی ہے۔خداوند عالم کی عبادت کے بعد یہ قرآن کا خاص حکم ہے۔

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۲۳و۲۴
۲۔ مکارم شیرازی، ناصر و دیگران، تفسیر نمونہ، ج ۱۲، ص ۷۶-۷۵

ب : والدین پر بچوں کا حق

اس سلسلے میں امام سجادؑ رسالہ حقوق میں فرماتے ہیں :

”تمہارے بیٹے کا حق یہ ہے کہ تم جان لو کہ وہ تم سے ہے۔ دنیا میں تم ہی سے وابستہ ہے اور اس کا خیر و شر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یقیناً یہ ذمہ داری تمہاری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اس کے پرودگار کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اس کی اطاعت میں اس کی مدد کرو کیوں کہ ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا [اگر تم نے اپنا فرض ادا کیا تو] تم کو اجر ملے گا اور [اگر کوتاہی کی تو] سزا کے حقدار ہو گے۔ اس لئے اپنے بچے کا کام اس طرح کرو جس سے اس فانی دنیا میں اس کا اچھا پھل ملے۔ اور اس کی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہے اور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے درمیان ایک عذر ہو جائے “[۱]۔

ج : خانوادے میں مرد و عورت کی اپنی اپنی ذمہ داریاں

قرآن مجید میں اللہ نے سورہ تحریم کی آیات میں رسول اکرمؐ کی بعض ازواج کو تنبیہ کرتے ہوئے تمام اہل ایمان کو اپنی بیویوں، بچوں اور خانوادے کی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہدایات دی ہیں اور فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔

ترجمہ : اے ایمان لانے والو ! خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے [۲]۔

خود کو بچانے کا مطلب گناہ سے پرہیز کرنا اور باغیانہ خواہشات کے آگے نہ جھکنا ہے اور اپنے اہل خانہ کو بچانے کا مطلب ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا اور ان کو نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا اور گھر کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک رکھنا اور صاف ستھرا ماحول فراہم کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کا آغاز خانوادے میں رکھی جانے والی پہلی اینٹ سے ہونا چاہیے یعنی شادی کے آغاز سے اور پھر بچے کی پیدائش کے پہلے لمحے سے ہونا چاہیے اور پھر اسے تمام مراحل میں صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ اور بھرپور طریقے سے عمل میں لایا جانا چاہیے۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۲، ص ۴۶۱ ۲۔ سورہ تحریم، آیت ۶

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا حق صرف یہ نہیں ہے کہ ان کی رہائش کا انتظام کردیا جائے اور کھانے کے اخراجات فراہم کردیئے جائیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ ان کی معنوی و روحانی غذا کا انتظام صحیح اصولوں کے مطابق کیا جانا چاہیے۔

میاں بیوی کے سب سے اہم باہمی فرائض

میاں بیوی کی طرف سے باہمی فرائض کی تعمیل عائلی نظام کی مضبوطی پر نمایاں اثر ڈالتی ہے جن میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

ا۔ **انحراف سے بچاؤ:** خداوند عالم نے میاں بیوی کے مابین حقوق وفرائض کو ان الفاظ میں واضح کردیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ ترجمہ: وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو (یعنی دونوں ایک دوسرے کی زینت اور تحفظ کا وسیلہ ہو)[1]۔

لباس ایک طرف انسان کو سردی، گرمی اور جسم سے کسی چیز کو ٹکرانے کے خطرے سے بچاتا ہے تو دوسری طرف اس کی خامیوں پر پردہ ڈالتا ہے اور یہ انسانی جسم کی زینت بھی ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں مذکور یہ تشبیہ ان تمام نکات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کو انحراف سے بچاتے ہیں، ایک دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالتے ہیں، ایک دوسرے کے لئے سکون و اطمینان کا باعث بنتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے زینت کا سبب ہوتے ہیں۔ مذکورہ تعبیر مرد اور عورت کے مابین روحانی تعلق اور ایک دوسرے سے قربت کے ساتھ ساتھ باہمی مساوات کو بھی واضح کرتی ہے کیونکہ جو تعبیر مردوں کے بارے میں بیان کی گئی ہے وہی تعبیر بغیر کسی تبدیلی کے عورتوں کے بارے میں بھی بیان کی گئی ہے[2]۔

مذکورہ آیت اور دیگر آیات و روایات کے مطابق، بیویاں بھی زینت کا ذریعہ ہیں اور ایک دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالتی ہیں اور ایک دوسرے کی حفاظت کرتی ہیں اور گناہوں سے روکتی ہیں۔

۲۔ **صبر اور زندگی کا استحکام:** قرآن میں صبر اور اس کے درجہ کو بلندی عطا کرنے کے بارے میں متعدد مقامات پر حکم دیا گیا ہے:

ا۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۷

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ا، ص ۳۳۷

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ۔: صبر اور نماز سے مدد طلب کریں[۱]۔

اس آیت میں قرآن صبر کی دعوت دیتا ہے۔ پر آشوب ماحول میں اسلام اور قرآن کریم کی تعلیمات و ہدایات یہ سبق دیتی ہیں کہ کفر و بدعت کے خلاف کس طرح ایمانی صفات کو حاصل کیا جاسکتا ہے، بے عملی اور بے راہ روی کے مقابلے میں کس طرح عمل صالح انجام دیا جائے، باطل و ناانصافی کے خلاف کس طرح حق و حقانیت کی پیروی کی جائے اور مشکلات و مصائب کے وقت کس طرح صبر واستقامت سے کام لیا جائے:

> وَالۡعَصۡرِ إِنَّ الۡإِنسَانَ لَفِي خُسۡرٍ إِلَّا الَّذِيۡنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ۔ترجمہ: زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارہ میں ہے۔علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت و نصیحت کی[۲]۔

بے صبری اور بے بسی انسان کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

> الۡمُصِيۡبَةُ لِلصَّابِرِ وَاحِدَةٌ وَ لِلۡجَازِعِ اثۡنَتَانِ۔ترجمہ: بردبار اور سنجیدہ شخص کے لئے ایک مصیبت ہے اور بے قرار شخص کے لئے دو آفتیں ہیں[۳]۔

جیسا کہ امام علیؑ نے فرمایا:

> الصَّبۡرُ يَمۡحَصُ الرَّزِيَّةَ۔ ترجمہ: صبر و شکیبائی مصیبت کو توڑ دیتی ہے یعنی ختم کر دیتی ہے[۴]۔

لیکن ایک بے چین اور بے صبرے انسان کے لئے آفت سے پہنچنے والا نقصان اور بے صبری سے پہنچنے والا نقصان دونوں باقی رہتے ہیں۔اس لئے اگر بے صبری کسی پر غالب آجائے تو اسے سکون نہیں ملتا۔

۳۔ **معاف کرنے کا جذبہ:** اچھی دوستی اور رشتوں کو بنانے اور مضبوط کرنے میں معاف کرنے کا عمل ایک مؤثر عنصر ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

۱۔سورہ بقرہ، آیت ۴۵

۲۔سورہ عصر، آیت ۱-۳

۳۔تحف العقول، ص ۴۱۵

۴۔تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمد، غُرر الحِکم و دُرر الکَلِم، ص ۲۸۴

”ہر گز اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی لہٰذا تم برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح (تم دیکھو گے کہ) جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے وہ بھی ایسا ہو جائے گا جیسے گہرا دوست ہوتا ہے“[۱]۔

لہٰذا اگر معافی کا اثر عداوتوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اس خانوادے میں گہرائی سے کام کرے گا جہاں قدرتی طور پر دوستانہ تعلقات ہوں لیکن معاف کرنے کا یہ جذبہ گھر والوں کے ایمان اور تقویٰ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ **گھرانے میں ایمانداری کا راج:** گھرانے میں ایمانداری کی حکمرانی اس کی مضبوطی کے عوامل میں سے ایک ہے اور اسے کسی دلیل یا وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو بے ایمانی اور جھوٹ ایسے عوامل ہیں جو گھرانے اور خاندان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ بے ایمانی اور جھوٹ پہلے انسان کی روح اور شخصیت کی تباہی کا سبب بنتا ہے پھر بالترتیب اس کے گھرانے اور معاشرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جھوٹ خانوادگی نظام کے استحکام کے لئے تباہ کن ہے۔ جھوٹ اور بے ایمانی کے منفی اثرات کے بارے میں بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں۔امام باقرؑ فرماتے ہیں:

”میرے والد امام سجادؑ فرماتے تھے: ہر چھوٹے اور بڑے جھوٹ سے بچو کیونکہ جب انسان چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھوٹ بولتا ہے تو وہ بڑا جھوٹ بولنے کی جسارت کرتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر انسان ہمیشہ سچائی کے ساتھ رہے تو خدا اس کو صدیق لکھے گا اور اگر کوئی جھوٹا ہے تو خدا لکھے گا کہ وہ جھوٹا ہے“[۲]۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

”جھوٹا آدمی ظاہری وجوہ سے ہلاک ہو جاتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو بھی شک کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے“[۳]۔

ان روایات کے مطابق جھوٹ برائی کے دروازے کھولنے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا گناہ ہے جو ایمان کو تباہ کر دیتا ہے لہٰذا کیسے امید رکھی جا سکتی ہے کہ جس خانوادے کی بنیاد ایمان پر رکھی جانی چاہیے اس کو اس سے نقصان نہ پہنچے گا۔

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۳۴
۲۔ اصول و فروع کافی، ج ۲: ۳۳۹ و ۳۴۰
۳۔ ایضاً

۵۔ بدگمانی اور حسد سے بچنا: خاندان کے افراد کو ایک دوسرے کی بدگمانی سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر کوئی چیز انہیں پریشان کرتی ہے تو وہ اسے کھلے دل سے بیان کریں تاکہ اس کی سچائی یا اس کا جھوٹ سامنے آسکے۔ ترقی کی راہ میں تمام افراد کو باہم دوست ہونا چاہیے کیونکہ خانوادے کی خوشی، اس کے ہر فرد کی خوشی پر منحصر ہے۔ کینہ و حسد کو گھرانے کے رشتوں میں آفت و مصیبت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ جناب یعقوب کے گھرانے میں بھائیوں کے حسد نے جناب یوسف کو ان کے گھرانے کے افراد سے مکانی اور روحانی دونوں لحاظ سے الگ کر دیا اور یوسف عائلی نظام سے الگ ہوگئے اور یعقوب سالہا اپنے بیٹوں سے ناراض رہے۔ حضرت علیؑ کی ایک حدیث میں مذکور ہے:

الحَسَدُ یَنکَدُ العَیشَ: حسد زندگی کو تنگ کر دیتا ہے۔[1]

۶۔ رازداری اور وفاداری: بیوی ہونے یا خانوادے کا اہم رکن ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط وفاداری ہے اور رازداری بھی بیوی کی وفاداری کی سب سے اہم شرطوں میں سے ایک ہے جس کا ذکر سورہ تحریم آیت ۳ میں ہے۔ یہ بھی بہت اہم نکتہ ہے کہ خیانت کی آگ تمام گھرانوں کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے کیونکہ جناب نوحؑ اور جناب لوطؑ جیسے انبیاء اپنی بیویوں کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تھے[2]۔ بہر صورت گھر کے افراد کی وفاداری قربت اور محبت پیدا کرتی ہے اور نیز یہ مشکلات کے وقت ایک مضبوط ڈھال قرار پاتی ہے اور عائلی نظام کی بنیاد کو مضبوطی دینے کا ایک مستحکم سہارا ہے جس کے بارے میں بحث ہو چکی ہے۔

فکری بلندی اور عائلی استحکام میں اسلامی تعلیمات کا کردار

انسانیت نے ہمیشہ اپنی زندگی میں تعلیم و تربیت کے معیار اور مقدار کی پیروی کی ہے۔ مفکرین، ماہرینِ الٰہیات اور ماہرین تعلیم کے نظریات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کو زندگی کے فلسفے اور اس کے مقاصد سے جوڑ کر دیکھا ہے۔ انسانی تعلیم کے متعلق اٹھنے والے سوالات اور دور جدید میں فطرت کے ساتھ انسان کے مادی تعلقات کی وجہ سے مقصدِ زندگی کے بارے میں اٹھنے والے سوالات کو غیر اہم سمجھا جاتا رہا ہے۔ صحیح تعلیم و تربیت کی طرف عدم توجہی کا ایک بہت برا اثر یہ ہے کہ انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا جو ہوا و ہوس اور خواہشات نفس کی پیروی میں جکڑتا چلا گیا۔ طغیان و سرکشی آمیز ماحول کا بنیادی سبب معصیت و گناہ کی انجام دہی ہے جس نے ہماری موجودہ صدی کو دیوانہ وار انتشار کا شکار بنائے رکھا ہے[3]۔

۱۔ غُرر الحِکم و دُرر الکِلم، ح ۸۵۱
۲۔ ایضاً، ۱۰
۳۔ جعفری، محمد تقی، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۳۲۹

موجودہ دور، اقدار کے کمزور ہونے کا دور ہے جس کا مطلب ہے کہ اخلاقی قدریں اب کوئی معنی نہیں رکھتیں کیونکہ جو اقدار اخلاقیات کا معیار تھیں وہ ختم ہو چکی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مادی سوچ رکھنے والوں نے اخلاقی قدروں کو بہت گرادیا ہے۔ نیہلزم (Nihilism) ایک ایسا مکتب ہے جو کسی اصول یا اقدار کا قائل نہیں ہے[۱]۔

مذہبی تعلیمات میں الٰہی اقدار کی بنیادوں کے مطابق عمل کیا جاتا ہے یعنی خدا پر ایمان و یقین کے ساتھ عمل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں، اخلاقی خوبیاں، برائیوں اور شہوت انگیز اعمال کی جگہ لے لیتی ہیں اور اخلاقی و تعلیمی بحران درمیان سے اٹھ جاتے ہیں کیونکہ مذہبی تعلیمات میں انسان اپنی مرضی کے مطابق اور معرفت و آگاہی کے ساتھ احکام الٰہی کے تابع ہوتا ہے اور مومن انسان کا کان، ضمیر، فطرت اور انبیاء کی آواز کو سننے لگتا ہے، شیطان یا ہوس اور لذت کی پکار کو نہیں سنتا۔

ایک اور مسئلہ جو ہمارے معاشرے میں بالخصوص بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو اسلام کی تعلیمات اور اسلامی افکار و نظریات سے متعارف کرایا جائے اور انھیں یہ سمجھایا جائے کہ اسلام زندگی جینے کا طریقہ سکھاتا ہے جس کو اپنا کر وہ اس دنیا میں انسان کو خوشیاں فراہم کر سکتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جائے کہ دینی تعلیمات اخروی فائدے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی انسان کے لئے خوشی اور سلامتی کا باعث ہیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات اور بالخصوص معاشرتی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔

اسلام کی نظر میں ایک مضبوط خانوادے کی مثال

اسلام کے نقطہ نظر سے ایک اچھا انسان کسی بھی اچھے انسان کی طرح اسلامی معاشرے کی مثال ہوتا ہے اور معاشرے کو چاہئے کہ وہ اسے نمونہ عمل قرار دے، ایسا نہ ہو کہ ایک اچھا جوان، صرف جوانوں کے لئے نمونہ عمل ہو اور سن رسیدہ افراد، صرف بوڑھوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور عورتیں صرف عورتوں کے لئے نمونہ عمل قرار پائیں بلکہ اگر متقی آدمی ہے تو وہ دوسرے لوگوں کے لئے مثال بنے۔ اگر مرد ہے تو تمام لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہو صرف مردوں کے لئے نہیں اور اگر عورت ہے تو صرف عورتوں کے لئے نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہو سکے۔

قرآن کریم نے سورہ مبارکہ تحریم کی آیات ۱۲-۱۰ میں اس معاملے کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور چار

۱۔ مطہری، مرتضیٰ، نظام حقوق زن در اسلام، ص ۵۹

عورتوں کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ ان میں سے دو کو نیکی اور اچھائی کے طور پر اور دو کو بدی کے ساتھ یاد کیا ہے اور تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ جناب فاطمہ زہراؑ کا بے حد احترام کرتے تھے تاکہ یہ بتا سکیں کہ معاشرے میں عورت کی خاص عظمت ہوتی ہے اور اگر وہ مرد سے برتر نہ بھی ہو تو کمتر بھی نہیں ہے[۱]۔

انسان کی زندگی میں عظیم رول ماڈلز اور نمونہ عمل کی موجودگی انسانی تعلیم و تربیت میں ہمیشہ ایک موثر ذریعہ رہی ہے۔ قرآن نے بھی اس اہم مسئلہ کی تصدیق کی ہے اور قرآن مومنین کے لئے تمام شعبوں میں مثالیں پیش کرتا ہے جیسے اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ۔ ترجمہ: تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے[۲]۔

نتیجہ

عائلی نظام کے استحکام اور اس کی سربلندی میں بہت سے عوامل کارآمد ہوتے ہیں جن میں سے اہم ترین اسباب کو زیر نظر مضمون میں موضوع بحث قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک خانوادے میں باہمی میل و محبت ہے کہ جس کا تعین قانونی حدود اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح خانوادہ میں نظم و ضبط اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسلام معاشرے کے کسی بھی شعبے میں انتشار پر نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ تمام انفرادی یا عوامی جہات میں نظم و ضبط کا مطالبہ کرتا ہے۔ تخلیق میں برابری اور مرد اور عورت کے درمیان مساوات کے نظریے پر توجہ کرتے ہوئے خانوادے کے تمام افراد کے ساتھ باہمی تعاون و ہمدردی، الٰہی آئین کے دائرے میں رہ کر ہونا چاہیے اور یہ باہمی تعاون بدعنوانی، رشوت اور حقوق غصب کرنے اور برائیوں کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔

خانوادے میں باہمی مشاورت کی کارفرمائی خانوادے کے تمام اعضاء کے مابین افہام و تفہیم اور تعاون کا ایک اہم سبب ہے جو کہ ایک مضبوط اور والہانہ خانوادے کی تشکیل کا باعث ہے اور ساتھ ہی زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور رکاوٹوں سے تحفظ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ انسان مہر و محبت کا پیاسا ہوتا ہے اور محبت، زندگی میں طاقت فرسا کوششوں اور زحمتوں کا محرک ہوتی ہے کہ جس کے سبب انسان مسلسل متحرک رہتا ہے اور روزی کمانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی رعایت اگر ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے جو باہمی الفت و محبت رکھتے ہیں تو انسان کی دوستی اور بہتر تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے جس کی سب سے واضح مثال گھرانہ ہے۔

۱۔ موسوی خمینی، روح اللہ، جایگاہ زن در اندیشہ امام خمینی، ص ۳۵ ۲۔ سورہ ممتحنہ، آیت ۴

منابع و مآخذ

- قرآن کریم
- بہشتی، احمد، خانوادہ در قرآن، انتشارات طریق القدس، قم، ۱۳۶۱
- تفسیر ہدایت، گروہ مترجمان، بنیاد پژوہش ہای اسلامی آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۳۷۷
- تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمّد، غُرر الحِکم و دُرر الکَلِم، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۶۶
- جعفری، محمّد تقی، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۵۸
- جمعیّت زنان جمہوری اسلامی ایران، نگرش گذرا بہ مقام زن در جہان آفرینش، انتشارات ہادی، تہران، ۱۳۶۸
- جوادی آملی، عبداللہ، زن در آینہ جلال و جمال، مرکز نشر اسراء، قم، ۱۳۷۵
- جہانفر، محمّد، مبانی جمعیّت شناسی، مؤسسہ دہخدا، تہران، ۱۳۷۶
- حرّ عاملی، محمّد بن حسن، آداب معاشرت از دیدگاہ معصومینؑ [برگزیدۂ وسائل الشیعہ]، ترجمہ محمّد علی فارابی و یعسوب عبّاسی علی کمر، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، مشہد، ۱۳۸۶
- حرّ عاملی، محمّد بن حسن، وسایل الشیعہ، مؤسسۃ آل البیت، قم، ۱۴۰۹
- حرّانی، حسن بن علی، تحف العقول، جامعہ مدرّسین، قم، ۱۳۶۳
- حسینی، اکرم، تحکیم خانوادہ در آموزہ ہای قرآنی، فصلنامہ مطالعات راہبردی زنان، شمارہ ۲۶، تہران، ۱۳۸۳
- ڈورنٹ، ویل، لذّات فلسفہ، ترجمہ، عبّاس زریاب، انتشارات آموزش انقلاب اسلامی، تہران، ۱۳۷۱
- رحیمی یگانہ، زہرا، خانوادہ موفّق، انتشارات حدیث راہ عشق، اصفہان
- شریعتی، علی، فاطمہ فاطمہ است، انتشارات شبدیز، تہران، ۱۳۵۶
- شریف الرّضی، محمّد بن حسین، نہج البلاغہ، نسخہ صبحی صالح، بیروت
- طباطبائی، محمّد حسین، المیزان، ترجمہ سیّد محمّد باقر موسوی ہمدانی، جامعہ مدرّسین، قم، ۱۳۶۳
- طباطبائی، محمّد حسین، اسلام و اجتماع، جہان آرا، قم
- طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق، مؤسسہ نشر اسلامی، قم، ۱۴۱۴
- طبرسی، حسن بن فضل، مجمع البیان، منشورات اسلامیہ، تہران، ۱۳۹۵
- غزّالی، محمّد، کیمیای سعادت، انتشارات علمی و فرہنگی، تہران، ۱۳۷۱
- غلامی، یوسف، اخلاق و رفتارہای جنسی، دفتر نشر معارف، قم، ۱۳۸۴
- کلینی، محمّد، اصول و فروع کافی، دار الکُتُب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵
- مجلسی، محمّد باقر، بحار الانوار، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۴
- مشکینی، علی، ازدواج در اسلام، ترجمہ احمد جنّتی، نشر الہادی، قم، ۱۳۶۹

❖ مطہری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، انتشارات حکمت، تہران، ۱۳۳۶
❖ مکارم شیرازی، ناصر و دیگران، تفسیر نمونہ، منشورات دار الکُتُب الاِسلامیہ، تہران، ۱۳۵۴
❖ موسوی خمینی، روح اللہ، جایگاہ زن در اندیشہ امام خمینی، مؤسسہ نشر آثار امام خمینیؒ، تہران، ۱۳۷۸
❖ مہدوی کنی، محمّد رضا، نقطہ ہای آغاز در اخلاق عملی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۷۱
❖ نوری، حسین، مستدرک الوسائل (ج ۱۳) آل البیت لِاحیاء التّراث، قم، ۱۴۰۸